QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اَحکامِ زکوٰۃ وصدقات اور آثار صحابہ: جمع و تحقیق اور تعلیق

Ahkam-e-Zakat and Charity, and Aathar-e-Sahaba: Collection, Research, and Annotation

Ameer Maviya
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: ameermoavia1987@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Shabbir Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: shabbir.ahmad@ais.uol.edu.pk

Abstract

This study delves into Ahkam-e-Zakat and charity (laws of obligatory almsgiving) in Islam, examining its theological, legal, and societal dimensions. It explores the significant contributions of the Prophet's Companions, known as Asar-e-Sahaba, in promoting and practicing Zakat. Through an analysis of primary Islamic sources, including the Quran, Hadith, and scholarly works, this research elucidates the principles, calculations, and recipients of Zakat. Furthermore, it investigates the exemplary conduct and teachings of the Companions regarding Zakat, highlighting their role in fostering social justice and economic equity. By unraveling the enduring legacy of the Companions on Islamic almsgiving, this study enriches our understanding of Zakat's spiritual significance and practical implications in contemporary society.

Keywords: *The rulings of Zakat and charity, and Aasar-e-Sahaba, Ahkam-e-Zakat and charity, and Aasar-e-Sahaba, Ameer Maviya, The University of Lahore,*

تعارف موضوع

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو انسانیت کی ہدایت کے لیے دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ دین اسلام کی نشر واشاعت میں معانت ونصرت کے لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جو للّٰہیت، اخلاص، تقویٰ، زہد، ایثار اور امانت جیسے عالی صفات کے معراج پر فائز تھے۔ پوری انسانی تاریخ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد اس جماعت کی مثال پیش کرنے قاصر ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس پاکیزہ، معتبر اور مستند جماعت نے آنحضرت ﷺ سے دین اسلام کی تعلیمات پوری امت تک امانت، دیانت اور صداقت کے ساتھ پہنچانے تک حق ادا کیا۔ دینِ اسلام کی ان تعلیمات کے ساتھ اس پاکیزہ جماعت کے اقوال اور آثار بھی امت کے لیے سند اور حجت کی حیثیت رکھتے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے بعد فقہی احکام کا تیسرا اہم اور مستند ذریعہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار بنیادی طور پر دو اقسام پر مشتمل ہیں:

پہلی قسم: وہ آثار جو غیر مدرک بالقیاس ہیں، یہ آثار بلاشبہ مرفوع حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر آثار کی یہ قسم درست سند کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ان کو قبول کر کے ان پر عمل کرنا حدیث پر عمل کرنے کے بمنزلہ ہے۔

دوسری قسم: وہ آثار ہیں جو مدرک بالقیاس ہیں، اس قسم کے آثار میں جہاں یہ امکان موجود ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہونگے، تو اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ ان حضرات نے اپنی علمی اور اجتہادی صلاحیت کی بنیاد پر قرآن وحدیث سے ان مسائل کا استنباط کیا ہو۔ آثار کی یہ دوسری قسم اگر مستند طریقے سے ہم تک پہنچ جائے تو ان کا مرتبہ بھی بلاشبہ بعد کے فقہی اجتہادات سے برتر وبالا ہے، نیز ان پر عمل پیرا ہونا قیاس پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کی علمی اور فقہی ہر زمانے میں مسلم رہی ہے۔ اس بناء پر حضرات محدثین نے اپنی کتابوں میں احادیثِ مرفوعہ کا ساتھ آثارِ صحابہ کو یکجا کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ سنن، مسانید اور مصفات کی مستند کتابوں میں آثارِ صحابہ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ان آثار پر تحقیق اور تعلیق کے حوالے تشنگی بہر حال موجود ہے۔ نیز متقدمین کے زمانے سے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر مستقل تصنیف و تالیف کا بھی اس طرح اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح تفسیر، حدیث اور فقہ کے موضوعات پر تصنیف و تالیف کا اہتمام ہوا ہے۔ اس لیے زیرِ نظر مقالے میں آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت اور افادیت کے مد نظر رکھتے ہوئے فقہی ابواب کے مطابق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کر کے ان کی تحقیق، تعلیق اور تشریح کا اہتمام کیا جائے گا۔ نیز ان آثار سے مستنبط ہونے والے مسائل اور دیگر شرعی نصوص کے ساتھ ان آثار کے تقابل کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔

اس حوالے سے بندہ کو "کتاب الزکوٰۃ" کے تحت آنے والے آثار کو جمع کر کے ان پر تحقیق و تعلیق کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔

ضرورت واہمیت:

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دین متین کے اولین حاملین اور رسول اللہ ﷺ کے مخلص جانثار تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت، حمایت اور حفاظت کے اپنے جان ومال، عزت وناموس، راحت وآرام اور تعلق و وطن کو قربان کرنے کی دریغ نہیں کیا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ اور امت محمدیہ کے مابین دینِ اسلام کے نقل وروایت کے اولین، بہترین اور معتبر ترین واسطہ ہیں۔ دینِ اسلام کے اس اولین واسطے کو اللہ تعالیٰ نے عفت، امانت، صداقت، ثقاہت اور نقاہت کے ساتھ بایں طور موصوف ومزین فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد اس جماعت کی نظیر ومثیل پیش کرنے سے پوری انسانی تاریخ قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اس جماعت کے اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ اور ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان فرمایا، نیز ان کے لیے اپنی رضامندی اور ان سے سرزد ہونے والی لغزشوں پر معافی کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بارہا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اور امت کو ان کے ساتھ عقیدت، ادب اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ان تمام امور کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دینِ اسلام کا اولین اور اساسی واسطہ ہیں، اگر بالفرض اس واسطہ میں شک، خیانت، کذب یا فسق کا شائبہ یا تہمت بھی پیدا ہو جائے تو دینِ متین جس نقل کی بنیاد پر ہی امت تک پہنچا ہے اس کی پہلی ہی کڑی ٹوٹ جائے گی اور دین کی بنیاد ہی متزلزل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے دین دشمن طاقتیں زمانۂ قدیم اس پاکیز جماعت کی طہارت، عفت، صداقت اور عظمت کے درپے ہیں، اور مختلف حیلوں بہانوں سے امت کو ان سے برگشتہ کرنے اور ان کی اہمیت ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

عصر حاضر میں جہاں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی ہمہ گیری اور فراوانی سے انسانی دنیا ایک عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، یہ دین دشمن طاقتیں جدید وسائل کو استعمال کرتے ہوئے جدت اور مہارت کے ساتھ امت کی نئی نسل کو گمراہ کرنے اور الحاد و دین بیزاری میں مبتلا کرکے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دوسری طرف جدید نسل اب منطق، دلیل اور حقیقت کی طلب گار ہیں۔ اب وقت کا تقاضا ہیں کہ اس نئی پود کو اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کے لیے ادب، عقیدت اور جذبات سے گزر کر مادیت اور افادیت کے دلائل کے ساتھ مطمئن اور قائل کیا جائے، ورنہ خاکم بدہن وہ دن دور نہیں کہ دینِ اسلام بھی یہودیت اور عیسائیت کی طرح ایک نظری اور کتابی دین بن کر عملی زندگی سے نکل کر عبادت خانوں تک محدود ہو جائے گا۔ اسی تناظر میں دین اسلام میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ کی اہمیت اور افادیت کو نئی نسل کے سامنے کو افادیت اور حقیقت کے دلائل کے ساتھ پیش کرنا از حد ضروری ہے۔ اب وقت آچکا ہے کہ امت کے جدید اذہان کو قائل کیا جائے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کوئی دیومالائی طبقہ نہیں، بلکہ یہ حضرات علم و عمل اور صداقت و امانت کے پیکر تھے، ان کی علمیت، فقاہت اور ثقاہت بے مثال تھی، ان کے اقوال اور افعال امت کے لیے حجت اور ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرکے ان کی اتباع اور ان کے علوم کی پیروی عصر حاضر کے لاینحل مسائل کا بہترین حل ہے۔ اس سلسلے میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقہی اور تشریعی پہلو بلاشبہ حد درجہ اہمیت کا حامل ہے، جس پر جدید خطوط سے مطالعہ و تحقیق یقیناً عصرِ حاضر اور نسلِ جدید کی ایک اہم دینی، روحانی اور نظریاتی ضرورت ہے۔

قرآن و سنت کے بعد شریعت کا تیسرا ماخذ اجتہاد ہے، اور اجتہاد کے باب میں سب سے مستند اور عظیم اجتہاد صحابہ کرام کا ہے۔ لہذا ان کے اجتہادات منضبط، مرتب مدون کرنا اور اس کا تجزیہ و تحلیل کرنا فہم دین کی بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ مذاہب کے اجتہادات کو سمجھنے کے لیے ان کے باہمی اختلافات کو سمجھنا از حد ضروری ہے، جن میں ایک بنیادی اساس ان کے اساتذہ کے اختلافات ہیں، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ایک یا دو واسطے سے اساتذہ ہیں، لہذا آثار صحابہ پر جتنی گہرائی اور گیرائی سے نظر ہو گی اتنا ہی فقہ کو اچھے طور سے سمجھنا آسان ہو گا اور علمی اختلافات سمجھنے اور جدید مسائل میں اجتہاد کرنے کی لیاقت پیدا ہو گی۔ آخر میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں دین کو براہ راست قرآن و سنت سے اخذ کرنے کا اندھا رجحان روایتِ دین کے انکار کا پیش خیمہ ثابت ہونے لگا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم قرآن و حدیث کے نصوص کی ایسی تشریحات اور تاویلات دیکھ رہے ہیں جو ماضی میں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ ایسے میں روایتِ دین کے پہلے اور اساسی منہج آثار کو سمجھنے کی اہمیت پہلے سے زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

زکوۃ کے واجب ہونے کی شرط (ایک سال کا پورا ہونا)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِک عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللہِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: «لَا تَجِبُ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ»

ترجمہ: امام نافع ؒ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: "مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ ایک سال پورا نہ ہو جائے۔"[1]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مال پر زکوۃ واجب ہونے کے لیے ایک سال کا گزرنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ صرف اس مال پر واجب ہوتی ہے جس پر ایک مکمل سال گزر جائے، جسے فقہ اسلامی میں "حول" کہا جاتا ہے۔ اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں میں شامل یہ قاعدہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ مال کی زکوۃ کا حساب ایک مخصوص مدت (ایک سال) کے بعد کیا جائے۔ اس اصول کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ملتی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهِ[2]

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے کوئی مال حاصل ہو تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں جب تک کہ اس پر اس کے مالک کے یہاں ایک سال نہ گزر جائے۔

اسی طرح کی ایک طویل حدیث:

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ، يَعْنِي فِي الذَّهَبِ، حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي، أَعَلِيٌّ يَقُولُ: فَبِحِسَابِ ذَلِكَ ؟ أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، إِلَّا أَنَّ جَرِيرًا، قَالَ: ابْنُ وَهْبٍ يَزِيدُ فِي الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ.[3]

---

[1] امام مالک، رقم:326؛ امام بیھقی، رقم:,7356

[2] ترمذی، رقم الحدیث:631

[3] أبو داؤد، رقم الحدیث: 1573

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترجمہ: علیؓ اس حدیث کے ابتدائی کچھ حصہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو (۲۰۰) درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ (۵) درہم زکاۃ ہو گی، اور سونا جب تک بیس (۲۰) دینار نہ ہو اس میں تم پر زکوۃ نہیں، جب بیس (۲۰) دینار ہو جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں آدھا دینار زکوۃ ہے، پھر جتنا زیادہ ہو اس میں اسی حساب سے زکاۃ ہو گی (یعنی چالیسواں حصہ)۔ راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ فبحساب ذلک علیؓ کا قول ہے یا اسے انہوں نے نبی اکرم ﷺ تک مرفوع کیا ہے؟ اور کسی بھی مال میں زکاۃ نہیں ہے جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے، مگر جریر نے کہا ہے کہ ابن وہب اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے اتنا اضافہ کرتے ہیں: کسی مال میں زکاۃ نہیں ہے جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔

خلاصہ القول: یہ احادیث اور محدثین کے اقوال واضح طور پر اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ زکوۃ کی فرضیت کے لیے ایک سال کا گزرنا شرط ہے۔ اسلامی فقہ میں یہ اصول مستند اور متفق علیہ ہے، اور اس کی بنیاد پر زکوۃ کی واجبیت کا حساب ایک سال کی مدت کے بعد کیا جاتا ہے۔ یہ اصول زکوۃ کے نظام کی معقولیت اور شریعت کے مطابق عمل درآمد کو یقینی بناتا ہے۔

زمین کی سیرابی کے اعتبار سے شرح زکوٰۃ کی وضاحت

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: «مَا سُقِيَ فَتْحًا أَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ فَفِيهِ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالْغَرْبِ فَنِصْفُ الْعُشْرِ»

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو فصل بغیر کسی مشقت کے پانی پائے (یعنی خود زمین سے پانی جذب کر لے یا بارش کا پانی اسے سیراب کرے)، اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) زکوٰۃ فرض ہے۔ اور جو فصل پانی نکالنے والے آلات (یعنی محنت سے) سیراب کی جائے، اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) زکوٰۃ فرض ہے۔[1]

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اصول بیان کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے منقول ہے۔ اس میں فصلوں پر زکوٰۃ کی مقدار ان کے سیراب ہونے کے طریقے کے مطابق طے کی گئی ہے۔ اگر فصل قدرتی طریقوں سے سیراب ہوتی ہے، جیسے بارش یا زمین کی نمی سے، تو اس پر عشر (10٪) زکوٰۃ ہے کیونکہ اس میں کسان کی محنت کم ہوتی ہے۔ لیکن اگر فصل کو پانی دینے کے لیے مشقت کی جائے، جیسے پانی کنویں سے نکالنا یا کسی اور محنت طلب طریقے سے سیراب کرنا ہو، تو اس پر نصف عشر (5٪) زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔

1 عبد الرزاق بن ہمام بن ہمام، رقم الحدیث: 7233

یہ حکم شریعت میں انصاف اور آسانی کے اصولوں کی بنیاد پر ہے۔ قدرتی پانی سے سیراب ہونے والی فصل میں محنت کم ہوتی ہے، اس لیے زکوٰۃ کی مقدار زیادہ رکھی گئی ہے، جبکہ انسانی محنت سے سیراب ہونے والی فصل میں محنت اور اخراجات زیادہ ہوتے ہیں، لہٰذا اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم رکھی گئی ہے۔ اس اثر کی تائید میں دیگر کئی روایات آپ ﷺ سے منقول ہیں:

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: «سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوْ سَقَى الْغَيْلُ وَكَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ كَامِلًا، وَمَا سُقِيَ بِالرِّشَاءِ فَنِصْفُ الْعُشْرِ»[1]

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو مقرر کیا کہ جو فصل بارش کے پانی یا چشمے کے پانی سے سیراب کی جائے، اور جو بغیر مشقت کے خود پانی جذب کرلے (یعنی قدرتی طور پر سیراب ہو جائے)، اس میں مکمل عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے۔ اور جو فصل کنویں یا کسی اور ذریعہ سے پانی نکال کر سیراب کی جائے، اس میں نصف عشر (یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ) زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک روایت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ، وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ.[2]

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غلہ بارش یا چشمہ کے پانی سے پیدا ہوتا ہو اس میں دسواں حصہ زکاۃ کا ہے، اور جو غلہ پانی سینچ کر پیدا ہو اس میں بیسواں حصہ زکاۃ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اس فصل میں جو بارش، چشموں اور نہروں سے سیراب ہو، عشر (10٪) واجب ہے، اور جو پانی مشقت سے نکالا گیا ہو، اس میں نصف عشر (5٪) ہے۔" (الأم للشافعي، كتاب الزكاة، باب ما يخرج في الزرع) اسی طرح کا مسئلہ امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

خلاصہ القول: اس اثر سے ثابت شدہ یہ اصول زراعت پر زکوٰۃ کی مقدار کے تعین میں مدد فراہم کرتا ہے، اور زکوٰۃ کے اصول کو انصاف کے ساتھ نافذ کرنے کے لیے ایک بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زراعت کی زکوٰۃ کا نصاب سیرابی کے طریقے کے مطابق مختلف ہوتا ہے، جو کہ شریعت میں موجود انصاف اور برکت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔

صدقہ فطر کی مقدار

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَكِيمٍ العَدَنِيَّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ

[1] ابن أبي شيبہ، رقم: 10083
[2] ابن ماجہ، 1430ھ، رقم الحديث: 1816

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ»، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ، قَالَ: «أُرَى مُدًّا مِنْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ»

ترجمہ:عیاض بن عبداللہ بن ابی سرحؒ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عہدِ رسالت میں ایک صاع کھانا، ایک صاع کھجور، ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش فطرانہ دیتے تھے۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور گندم کا استعمال شروع ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میری رائے یہ ہے کہ گندم کا ایک مد باقی اجناس کے دو مد کے برابر ہے۔"[1]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ عہدِ رسالت میں صدقہ فطر کی مقدار کے حوالے سے فرمارہے ہیں کہ عہدِ رسالت میں ہم تمام اجناس میں سے ایک صاع کی مقدار صدقۂ فطر ادا کرتے تھے، پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ آیا اور لوگ گندم استعمال کرنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے یہ فیصلہ دیا کہ گندم باقی اجناس کے مقابلے میں دگنی قیمت رکھتا ہے،لہذا گندم سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کی صورت میں نصف صاع ادا کیا جائے۔

اس اثر کی تائید سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت سے ہوتی ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ: أَلاَ إِنَّ صَدَقَةَ الفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ سِوَاهُ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ.[2]

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے منادی بھیجا تاکہ مکہ کی گلیوں میں اعلان کرے کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد وعورت، غلام وآزاد اور بالغ ونابالغ پر واجب ہے، دو مد (نصف صاع) گندم یا اس کے علاوہ ایک صاع کھانا۔"

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت بھی اس کی تائید کررہی ہے:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ».[3]

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر ایک صاع کھجور، ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، بالغ ونابالغ پر مقرر فرمایاہے۔"

[1] بخاری، رقم الحدیث:1508

[2] ترمذي، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء في صدقۃ الفطر، رقم:674

[3] أبوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب من روی نصف صاع من قمح، رقم1622

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ»[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ الفطر کو ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض کیا، اور حکم دیا کہ یہ (زکاۃ الفطر) لوگوں کے نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کی جائے۔

خلاصۃ القول: زکاۃ الفطر کا مقصد معاشرے کے ضرورت مند افراد کی مدد کرنا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں۔ عہدِ رسالت میں صدقۂ فطر مختلف اجناس میں ایک صاع کی مقدار سے ادا کیا جاتا تھا۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گندم کی بڑھتی ہوئی قیمت کے پیشِ نظر نصف صاع کو کافی قرار دیا۔ اس سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ زکاۃ الفطر کی ادائیگی میں مقدار اور معیار کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ فقراء اور مساکین کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنے کا حکم

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ يُخْرِجُهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ (زکوۃ الفطر) نمازِ عید سے پہلے ادا کیا کرتے تھے۔[2]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق : یہ روایت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زکوۃ الفطر کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوۃ الفطر کا اصل وقت عید کی نماز سے پہلے ہے تاکہ مستحقین اسے وصول کر کے عید کے دن مستفید ہو سکیں۔

اس مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے، ایک اور روایت میں فرمایا گیا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ السُّنَّةَ أَنْ يُخْرِجَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلاَةِ.[3]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ صدقہ الفطر (زکوۃ الفطر) نمازِ عید سے پہلے ادا کی جائے۔

[1] بخاری، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر، رقم: 1503
[2] ابن ابی شیبہ، رقم: 10322
[3] ابن ابی شیبہ، رقم: 1827

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یہ حدیث سنت کی روشنی میں زکوٰۃ الفطر کی ادائیگی کے وقت کو واضح کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت یہی تھی کہ زکوٰۃ الفطر کو عید کی نماز سے پہلے ادا کیا جائے تاکہ مستحقین کو فائدہ ہو اور وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

یہ بات ہمیں ایک اور روایت میں ان الفاظ کے ساتھ ملتی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ».[1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر کو روزے دار کے لیے لغو اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ اور مساکین کے لیے کھانے کا ذریعہ قرار دیا۔ جو شخص اسے نمازِ عید سے پہلے ادا کرے، وہ مقبول زکوٰۃ ہے، اور جو نماز کے بعد ادا کرے، وہ عام صدقات میں شمار ہوگی۔

.غرباء کی عید میں شمولیت:

زکوٰۃ الفطر کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرنے کی بنیادی حکمت یہ ہے کہ مستحقین کو وقت پر مالی مدد مل جائے تاکہ وہ عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ اگر یہ نماز کے بعد دی جائے تو غرباء کو عید کے دن فائدہ نہیں پہنچتا اور وہ اس دن کی خوشیوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

خلاصۃ القول: زکوٰۃ الفطر کا مقصد نہ صرف محتاجوں کی مدد کرنا ہے بلکہ یہ روزے کو لغویات اور گناہوں سے پاک کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ الفطر کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا مسنون اور بہتر عمل ہے تاکہ اس کا اصل مقصد پورا ہو۔ اگر نماز کے بعد ادا کی جائے تو وہ عام صدقہ شمار ہوگا، اور زکوٰۃ الفطر کا وہ مقصد پورا نہیں ہو سکے گا۔ نیز یہ حکمتیں بھی اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ زکوٰۃ الفطر کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا نہایت اہم ہے تاکہ اس کا حقیقی مقصد پورا ہو۔

شہد پر زکاۃ

-عبد الرزاق، عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: كَتَبَ سُفْيَانُ بن عَبدِ الله عَامِلُ الطَّائِفِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ مَنْ قِبَلِي يَسْأَلُونِي أَنْ أَحْمِيَ جَبَلاً لَهُمْ، أَوْ قَالَ: نَحْلاً لَهُمْ، فَكَتَبَ لَهُمْ عُمَرُ: إِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ، لَيْسَ أَحَدٌ أَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ، فَإِنْ أَقَرُّوا لَكَ بِالصَّدَقَةِ، فَاحْمُوا لَهُمْ، فَكَتَبَ أَنَّهُمْ قَدْ أَقَرُّوا بِالصَّدَقَةِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ أَنِ احْمِهِ لَهُمْ، وَخُذْ مِنْهُمُ الْعُشُورَ-

1 [1]ابن ماجہ، رقم:1827

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبد اللہ، طائف کے عامل (گورنر) تھے، انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا: "جو لوگ میرے پاس ہیں، وہ مجھ سے درخواست کر رہے ہیں کہ میں ان کے لیے ایک پہاڑ یا شہد کی مکھیوں کا علاقہ محفوظ کر دوں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا: "یہ تو بارش کے پانی کا ذریعہ ہے (یعنی شہد کی مکھیاں بارش سے فائدہ اٹھاتی ہیں)، اور اس میں کسی کا زیادہ حق نہیں ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ (صدقہ) ادا کرنے پر راضی ہیں، تو ان کے لیے اسے محفوظ کر دو۔" سفیان نے دوبارہ لکھا کہ وہ زکوٰۃ پر راضی ہو گئے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "ان کے لیے یہ محفوظ کر دو اور ان سے عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) وصول کرو۔"[1]

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ اگر وہ لوگ زکوٰۃ دینے پر راضی ہو جائیں، تو ان کو شہد کے چھتے کا علاقہ محفوظ کر دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرت میں قدرتی وسائل پر حقوق کا تقرر زکوٰۃ کے اصول کے ساتھ مشروط کیا جا سکتا ہے۔ یہاں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) زکوٰۃ کے طور پر دینے کا حکم ہے، جو اسلامی اصولوں کے مطابق قدرتی وسائل سے حاصل شدہ پیداوار پر لاگو ہوتا ہے۔

یہ روایت شہد کی پیداوار پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کے اصول کو بیان کرتی ہے۔ زکوٰۃ کا عمومی اصول یہ ہے کہ جب کوئی پیداوار یا مال مخصوص نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یہاں شہد پر عشر (10٪) کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے۔

اس مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے، ایک اور روایت میں فرمایا گیا ہے کہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ هِلَالٌ أَحَدُ بَنِي مُتْعَانَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشُورِ نَحْلٍ لَهُ، وَكَانَ سَأَلَهُ أَنْ يَحْمِيَ لَهُ وَادِيًا، يُقَالُ لَهُ: سَلَبَةُ، فَحَمَى لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ الْوَادِي، فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «إِنْ أَدَّى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُورِ نَحْلِهِ، فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ، وَإِلَّا، فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهُ مَنْ يَشَاءُ»[2]

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہلال، جو قبیلہ بنی متعان سے تھے، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اپنے شہد کا عشر (دسواں حصہ) پیش کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک وادی "سَلَبَة" ان کے لیے مخصوص کرنے کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ وادی ان کے

[1] عبد الرزاق بن ہمام بن ہمام، رقم الحدیث: 7087
[2] ابو داؤد، رقم: 1600

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

لیے محفوظ کر دی۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو سفیان بن وہب نے حضرت عمر سے اس معاملے کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: "اگر وہ وہی زکوٰۃ (عشر) ادا کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے، تو ان کے لیے وادی محفوظ کر دو، ورنہ وہ بارش کے ذرات (یعنی عمومی حق) ہیں، جو چاہے اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کو قدرتی وسائل، جیسے کہ شہد کی مکھیوں کا علاقہ یا کوئی وادی، مخصوص کی جاتی تھی تو اس شرط پر کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اسی اصول کو برقرار رکھا اور شہد پر زکاۃ لی۔

یہی بات ایک اور حدیث میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:*"كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ أَهْلِ الْعَسَلِ الْعُشُورُ."[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو لکھا کہ شہد کی پیداوار پر عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) لیا جائے۔

یہ حدیث اہل یمن کو مخاطب کرتی ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے شہد کی پیداوار پر عشر وصول کرنے کا حکم دیا۔ اس سے مزید یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہد بھی ان قدرتی پیداوار میں شامل ہے جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

کیا شہد میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر کے اعتبار سے کچھ فرق ہے، جیسا کہ زمینوں میں سیرابی اور غیر سیرابی کے اعتبار سے فرق ہے۔؟ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں شہد کو زمین کی پیداوار مع مؤنت / غیر مؤنت (یعنی مشقت کے ساتھ حاصل کردہ پانی کی پیداوار اور بلا مشقت یا کم مشقت سے حاصل کردہ پانی کی پیداوار) پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ شہد میں عشر واجب ہونے سے متعلق جتنی بھی روایات اور فقہاء کی عبارات ہیں ان میں مؤنت اور غیر مؤنت کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ مطلقاً شہد میں عشر واجب ہونے کا حکم بتایا گیا ہے، لہذا شہد میں عشر ہی واجب ہو گا۔[2]

خلاصۃ القول: ان تمام احادیث میں شہد پر زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے۔ کہیں پر تو میں شہد کے ساتھ ایک مخصوص علاقہ محفوظ کرنے کا ذکر ہے، جو زکوٰۃ ادا کرنے کی شرط کے ساتھ مخصوص کیا گیا تھا۔ اور کہیں عمومی حکم دیا گیا ہے کہ شہد کی پیداوار پر عشر (یعنی دسواں حصہ) زکوٰۃ کے طور پر وصول کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں قدرتی پیداوار پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے، اور اگر کوئی شخص قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھا رہا ہے تو اسے اس کی زکوٰۃ دینا ہو گی۔

---

[1] عبد الرزاق بن ہمام، 1436ھ، رقم: 6972

[2] دیکھیں: رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۳۲۵

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے قبل قرض کی ادائیگی

– عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا شَهْرُ زَكَاتِكُمْ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيُؤَدِّهِ، ثُمَّ لِيُؤَدِّ زَكَاةَ مَا فَضَلَ»

ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے: "یقیناً یہ تمہاری زکوٰۃ کا مہینہ ہے، تو جس شخص پر قرض ہے وہ پہلے اپنا قرض ادا کرے، پھر جو مال بچ جائے اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔"[1]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس خطبے میں مسلمانوں کو یہ یاد دہانی کروا رہے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے پہلے اگر کسی کے ذمہ قرض ہو، تو اسے پہلے اپنا قرض ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد جو مال بچ جائے، اگر وہ نصاب کے مطابق ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ یہ خطبہ ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ قرضوں کی ادائیگی پہلے کی جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے مالی معاملات کو صحیح طور پر ترتیب دیں، اور زکوٰۃ صرف بچی ہوئی ملکیت پر دی جائے تاکہ کسی بھی مالی ذمہ داری کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

قرض ایک بوجھ ہے۔ اس لیے پہلے اس سے چھٹکارا پانا ضروری ہے۔ دور اندیشی اسی میں ہے کہ مال بچا کر نہ رکھے بلکہ قرض ادا کر دے، اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ شخص "مطل الغنی ظلم"[2]

ترجمہ: کہ مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، کی وعید میں گرفتار ہو جائے گا۔ امام بخاری نے ابو اسماعیل البخاری می اس عنوان پر ایک حدیث ذکر کی ہے کہ جس سے اس مضمون کی مزید تائید ہوتی ہے:

"لا صدقة إلا عن ظهر غنى ومن تصدق وهو محتاج أو أهله محتاج أو عليه دين فالدين أحق أن يقضى من الصدقة" (البخاری کتاب الزکوۃ) امام بخاری کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی کے اوپر قرض ہو تو پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اس کے بعد صدقہ وزکوۃ اسی طرح ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: " خير الصدقة ما كان على ظهر غنى "[3] پس قرض دار کو پہلے قرض دینا واجب اور ضروری ہے، لیکن اگر وہ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے اور قرض دار کو نہ دے کر زکوۃ دیتا ہے تو اس طرح ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے وہ شخص عاصی اور گنہگار ہو گا۔ اس لئے قرض سے پہلے چھٹکارا حاصل کرے، اس کے بعد اگر مال بچتا ہے اور وہ حد نصاب کو پہونچ بھی جائے تب زکوۃ واجب ہو گی۔

---

[1] عبد الرزاق بن ہمام بن ہمام، رقم :7086

[2] بخاری رقم:2288

[3] البخاری: النفقات، باب وجوب النفقة علی الأھل والعیال، بر قم:5356

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں قرض کی ادائیگی کو زکوۃ ادا کرنے پر مقدم بتایا ہے، کیونکہ قرض انسان کی ذاتی ذمہ داری ہے، اور اس کا حساب قیامت کے دن بھی لیا جائے گا۔لہذا زکوۃ ادا کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے تاکہ انسان مالی ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر زکوٰۃ ادا کر سکے۔

خلاصۃ القول: مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس قابل زکوۃ اموال موجود ہوں اور اور قرض بھی ہوں تو سب سے پہلے قرض ادا کرے گا،لہذا اگر مقروض کے پاس اتنی مالیت ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد بقیہ مال نصاب کو نہیں پہنچتا بلکہ نصاب سے کم ہے تو اس صورت میں بھی نصاب سے کم مالیت پر زکوۃ نہیں ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال نصاب کو پہنچتا ہو اور سال گزر چکا ہو اس صورت میں ایسے شخص پر قرض منہا کرنے کے بعد بقیہ مال کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہے۔

زیتون کی فصل پر عشر (زکوۃ) کا مسئلہ

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:في الريتُونَ الْعُشْرُ »

ترجمہ:ابن مہدی نے عمران القطان سے، انہوں نے لیث سے، انہوں نے طاووس سے، اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا کہ:"زیتون پر عشر ہے۔"[1]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق : یہ حدیث زیتون کی فصل پر عشر (زکوۃ) کے واجب ہونے کی وضاحت کرتی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ زیتون کی پیداوار پر عشر دینا ضروری ہے، جس کا مطلب ہے کہ جب زیتون کی فصل حاصل کی جائے تو اس کا ایک عشر (دسواں حصہ) زکوۃ کے طور پر دینا واجب ہو گا۔اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ زیتون کی فصل کی مالی اہمیت کو تسلیم کیا جائے اور اس کے حصول کے بعد زکوۃ کی ادائیگی کو یقینی بنایا جائے،یہی مفہوم ایک اور روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي الزَّيْتُونِ، قَالَ: هُوَ يُكَالُ فِيهِ الْعُشْرُ[2]

ترجمہ:ابن مبارک نے معمر سے، اور انہوں نے زہری سے روایت کی کہ زیتون پر عشر (دسواں حصہ) واجب ہے۔یہ وضاحت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ زیتون کی فصل بھی دیگر زرعی پیداوار کی طرح زکوۃ کے قواعد میں شامل ہے۔زیتون کی فصل کا استعمال نہ صرف لوگوں کی روزمرہ خوراک میں ہوتا ہے، بلکہ اس کا تیل بھی مختلف قسم کی خوراک اور طبی استعمال میں اہمیت رکھتا ہے۔

یہ روایت میں بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ:

[1] ابن آبی شیبہ، رقم:10047

[2] ابن آبی شیبہ، رقم:10141

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قال وحدثنا الوليد أَخْبَرَنِي عُثْمَانَ بْنَ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِي: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا قَدِمَ الْجَابِيَة رَفَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِّ -صلى الله عليه وسلم: أنهم اختلفوا في عشر نوا في عشر الزيتون فقال عمر، فِيهِ الْعُشْرُ إِذا بلغ خمسة أوسق حية عصره.[1]

ترجمہ: ولید نے عثمان بن عطا سے نقل کیا کہ جب عمر بن خطاب جب یہ جابیہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ان کے پاس آکر زیتون کے عشر کے بارے میں اختلاف پیش کیا۔ تو عمر نے فرمایا: "زیتون پر عشر ہے جب کہ یہ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔"

یہ حدیث زیتون کی فصل پر عشر کے وجوب کی وضاحت کرتی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ زیتون کی فصل کی مقدار کو متعین کرتا ہے۔ انہوں نے صحابہ کے درمیان زیتون کے عشر پر ہونے والے اختلاف کو ختم کرنے کے لئے یہ بات واضح کی کہ جب زیتون کی مقدار پانچ وسق تک پہنچ جائے تو اس پر عشر دینا واجب ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس زیتون کی مقدار اس حد سے کم ہے تو اس پر عشر دینا ضروری نہیں ہے۔

فقہی آراء کا جائزہ:

زیتون کی فصل پر زکوۃ (عشر) کے بارے میں مختلف فقہی مکاتب فکر کی آراء ہیں، لیکن عمومی طور پر سبھی ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زیتون کی فصل پر عشر واجب ہے:

فقہ حنفی: امام ابو حنیفہ اور ان کے پیروکاروں کا یہ مؤقف ہے کہ زیتون کی فصل پر عشر دینا واجب ہے۔ ان کے نزدیک ہر وہ چیز جو زمین سے حاصل کی جائے، جیسے زیتون، اس پر عشر دینا ضروری ہے۔

اہل علم کا اتفاق: مختلف فقہاء، جیسے امام مالک اور امام شافعی، کا بھی یہی کہنا ہے کہ زیتون کی فصل پر عشر واجب ہے، اور اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

مصنوعی اور قدرتی آب: زیتون کی فصل کی آبپاشی کا طریقہ بھی اس میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر زیتون کو قدرتی پانی (جیسے بارش) سے سیراب کیا گیا ہو تو اس پر پورا عشر (دسواں حصہ) واجب ہوتا ہے۔ جبکہ اگر یہ مصنوعی پانی (جیسے ٹیوب ویل) سے سیراب کی گئی ہو تو اس پر نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے۔

اگر ایک کسان اپنی زیتون کی کھیت سے 1000 کلوگرام زیتون حاصل کرتا ہے:

قدرتی پانی: اگر یہ زیتون قدرتی پانی سے سیراب کی گئی ہو، تو اس پر 100 کلوگرام (دسواں حصہ) عشر واجب ہو گا۔

مصنوعی پانی: اگر یہ مصنوعی پانی سے سیراب کی گئی ہو، تو اس پر 50 کلوگرام (نصف عشر) واجب ہو گا۔

زیتون کی فصل کی اہمیت کو اسلامی معاشرت میں بھی خاص مقام حاصل ہے:

طبی فوائد: زیتون کا تیل صحت کے لئے مفید سمجھا جاتا ہے، اور اس کے استعمال سے مختلف بیماریوں کا علاج ممکن ہے۔

---

[1] بیہقی، رقم: 7705

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اقتصادی اہمیت: زیتون کی پیداوار زراعت میں ایک اہم فصل ہے، جو کسانوں کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنتی ہے۔

زیتون کی فصل پر عشر کا یہ نظام اسلامی مالیات کے اصولوں میں اہمیت رکھتا ہے۔ یہ زیتون کی فصل کی پیداوار کو مزید فروغ دینے اور زراعت کی حوصلہ افزائی کرنے کا ذریعہ ہے، تاکہ معاشرتی بہبود اور مالی انصاف کو یقینی بنایا جا سکے۔

خلاصۃ القول: یہ احادیث زیتون کی فصل پر عشر کی وجوب کی بنیاد فراہم کرتی ہیں اور اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ زیتون کی پیداوار کو کیسے زکوۃ کے نظام میں شامل کیا جائے۔ اسلامی مالیاتی نظام میں زیتون کی فصل پر عشر کے قواعد کا نفاذ زراعت کی ترقی اور کسانوں کی مالی حالت میں بہتری لانے کا سبب بنتا ہے۔

قرض دی گئی رقم پر زکاۃ کا حکم

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَيْسَ فِي الدَّيْنِ زَكَاةٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "قرض (یعنی دی ہوئی رقم) پر زکوٰۃ نہیں ہے۔"[1]

حکم : اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تک قرض وصول نہ کیا جائے، اس پر زکوۃ لازم نہیں ہوتی۔ یعنی قرض دینے والے کو اس مال پر زکوۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک وہ قرض اس کے قبضے میں واپس نہ آ جائے۔ اسی مضمون کو ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُؤَمِّلِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَيْسَ فِيهِ زَكَاةٌ حَتَّى يَقْبِضَهُ.[2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اس (قرض) پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک کہ اسے وصول نہ کیا جائے۔"

یہ روایت بھی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک وہ رقم وصول نہ ہو جائے۔ یہ اسلامی مالیاتی اصول ہے جو لوگوں کو مشکلات سے بچانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے، تاکہ قرض کی ادائیگی کے بعد ہی زکوٰۃ کی ذمہ داری عائد ہو۔ یہ بات ہمیں ایک اور اثر میں ان الفاظ کے ساتھ ملتی ہے

عَنْ عَبدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَيْسَ فِي الدَّيْنِ زَكَاةٌ.[3]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "قرض پر زکوٰۃ نہیں ہے۔"

[1] ابن أبی شیبہ، رقم: 10364

[2] ابن أبی شیبہ، رقم: 10359

[3] عبد الرزاق بن ہمام، رقم: 7251

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان بھی اس اصول کی تصدیق کرتا ہے کہ قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رقم واپس نہ لی جائے۔ یہ اصول اسلامی شریعت میں مالی انصاف کے قیام کے لیے ہے تاکہ مقروض شخص پر بوجھ نہ پڑے۔

خلاصۃالقول: تینوں روایات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اسلامی قانون کے مطابق قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ واپس وصول نہ ہو جائے، قرض پر دی ہوئی رقم کی زکوٰۃ مالک (یعنی قرض دینے والے) پر لازم ہوتی ہے، جو رقم قرض کے طور پر کسی کو دی ہوئی ہے، اگر وہ تنہا یا دوسرے موجود روپوں یا سونا یا چاندی یا مالِ تجارت کے ساتھ مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے تو قرض وصول ہونے کے بعد زکاۃ کی ادائیگی لازم ہو گی، اگر قرض وصول ہونے سے پہلے زکاۃ ادا کرے گا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی، وصول ہونے کے بعد گزشتہ ادا کردہ زکاۃ دوبارہ دینا لازم نہیں ہو گی۔ اور اگر قرض وصول ہونے تک زکاۃ ادا نہ کی اور وصولی میں ایک سے زائد سال گزر گئے اور یہ شخص صاحبِ نصاب بھی ہو تو گزشتہ سالوں کی بھی زکاۃ ادا کرنی ہو گی، اس لیے بہتر ہے کہ سال بہ سال زکاۃ کا حساب کرتے وقت قرض دی ہوئی رقم کا بھی حساب کر کے زکاۃ ادا کر دے۔

نتائج:

* احکامِ دینیہ کو سمجھنے میں آثارِ صحابہ سے استدلال واستنباط انتہائی مؤثر ہے۔
* شرعی احکام کے اصل مآخذ قرآن وسنت ہیں، مگر آثارِ صحابہ سے قرآن وسنت کے معانی متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔
* زکوٰۃ کے بہت سے مسائل میں اختلافات کا حل آثارِ صحابہ کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔
* زکوٰۃ کے عمومی مسائل میں آثارِ صحابہ کا وافر مقدار میں موجود ہونا، اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔
* زکوٰۃ کے مسائل میں فقہاء صحابہ کی آراء واقوال جدید معاشی مسائل کو حل کرنے میں معاون ہیں۔
* آثارِ صحابہ کے موضوع پر فقہی موضوعاتی ترتیب سے بھی محققین کی عمدہ خدمات موجود ہیں۔
* آثارِ صحابہ پر کئی اہم مجموعات اور انسائیکلوپیڈیاز بھی ترتیب دیے گئے ہیں۔

مصادر ومراجع:

* **ابن أبي شيبة، أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي. الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار. الرياض، مكتبة الرشد، ط١، ١٤٠٩هـ.**
* **ابن منظور، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى. لسان العرب. بيروت، دار صادر، ط٣، ١٤١٤هـ.**
* **أبو داؤد، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني. السنن. ب م، دار الرسالة العالمية، ط١، ١٤٣٠هـ/٢٠٠٩م.**
* **أبو عبدالله الداني بن منير آل ذهوي. سلسلة الآثار الصحيحة أو الصحيح المسند من أقوال الصحابة والتابعين. مصر، دار الفاروق. ط١، ١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م.**
* **البخاري، أبو عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم. الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه و أيامه. ب م، دار طوق النجاة، ط١، ١٤٢٢هـ.**

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

* البيهقي، أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني. السنن الكبرى. بيروت، دار الكتب العلمية، ط٣، ١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م.

* مالك، ابن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني. موطأ الإمام مالك. بيروت، دار إحياء التراث العربي، ١٤٠٦هـ/١٩٨٥م.